



وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ



اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔

تفسیر ابن کثیر

علامہ عماد الدین ابن کثیر

مترجم

مولانا محمد صاحب جونا گڑھی

النَّجْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعارف سورت:

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلی سورت جس میں سجدہ تھا سورہ النجم اتری ہے۔ نبیؐ نے اور آپ کے پیچھے جتنے تھے سب نے سجدہ کیا۔ لیکن ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی مٹھی میں مٹی لے کر اس پر سجدہ کر لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ اس کے بعد کفری حالت میں ہی مارا گیا۔ یہ ایک روایت کے مطابق امیہ بن خلف تھا اور دوسری روایت کے مطابق اسکا نام نثبہ بن ربیعہ تھا۔

ستارے کی قسم:

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں خالق تو اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھالے لیکن مخلوق سوائے اپنے خالق کے کسی اور کی قسم نہیں کھا سکتی۔ ابن ابی حاتم

وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ (۱)

قسم ہے ستارے کی جب وہ جھکے

ستارے کے جھکنے سے مراد فجر کے وقت ثریا ستارے کا غائب ہونا ہے۔ بعض کہتے ہیں مراد زہرہ نامی ستارہ ہے۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں مراد اس کا چہرہ کر شیطان کی طرف لپکنا ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں اس جملے کی تفسیر یہ ہے کہ قسم ہے قرآن کی جب وہ اترے۔ اس آیت جیسی ہی دوسری آیت یہ ہے:

فَلَا أَقْسِمُ بِمَوْعِدِ النُّجُومِ (56:75)

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ (۲)

کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے نہ ٹیڑھی راہ پر ہے

پھر جس بات پر قسم کھائی ہے اس کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نیکی اور رشد و ہدایت والے اور تابع حق ہیں۔ وہ بے علمی کے ساتھ کسی غلط راہ لگے ہوئے یا باوجود علم کے ٹیڑھا راستہ اختیار کیے ہوئے نہیں ہیں۔ گمراہی والے نصرانیوں اور جان بوجھ کر خلاف حق کرنے والے یہودیوں کی طرح آپؐ نہیں۔

آپؐ کا علم کامل آپؐ کا عمل مطابق علم آپؐ کا سیدھا راستہ آپؐ عظیم الشان شریعت کے شارع آپؐ اعتدال والی راہ حق پر قائم آپؐ کا کوئی قول کوئی فرمان اپنے نفس کی خواہش اور ذاتی غرض سے نہیں ہوتا بلکہ جس چیز کی تبلیغ کا آپؐ کو حکم الہی ہوتا ہے آپؐ اسے ہی زبان سے نکلتے ہیں۔ جو وہاں سے کہا جائے وہ آپؐ کی زبان سے ادا ہوتا ہے کسی بیشی زیادتی نقصان سے آپؐ کا کلام پاک ہوتا ہے۔

حدیث پینچمبر وحی ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (۳)

اور نہ اپنی نفسانی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (۴)

وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

لِيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ لَيْسَ بِنَبِيٍّ مِثْلَ الْحَيِّينِ أَوْ مِثْلَ أَحَدِ الْحَيِّينِ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ

ایک شخص کی شفاعت سے جو نبی نہیں ہیں مثل دو قبیلوں یا دو میں سے ایک قبیلے کی گنتی کے برابر لوگ جنت میں داخل ہوں گے قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر۔

اس پر ایک شخص نے کہا کیا ربیعہ مضر میں سے نہیں ہیں؟

آپؐ نے فرمایا:

إِنَّمَا أَقُولُ مَا أَقُولُ

میں تو وہی کہتا ہوں جو کہتا ہوں۔

مسند کی اور حدیث میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں میں حضورؐ سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کے لیے لکھ لیا کرتا تھا پس بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہؐ ایک انسان ہیں کبھی کبھی غصے اور غضب میں بھی کچھ فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا تو آپؐ نے فرمایا:

اَكْتُبُ، فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا خَرَجَ مِنِّي إِلَّا الْحَقُّ

لکھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے سوائے حق بات کے کوئی اور کلمہ نہیں نکلتا۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ میں بھی ہے۔

بزار میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

میں تمہیں جس امر کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوں اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔

مسند احمد میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

میں بجز حق کے اور کچھ نہیں کہتا۔

اس پر بعض صحابیوں نے کہا کہ حضورؐ کبھی کبھی ہم سے خوش طبعی بھی کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

اس وقت بھی میری زبان سے ناحق نہیں نکلتا۔

حضرت جبرئیل کی شان:

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى (۵)

اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمدؐ کے معلم حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ

ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ

مُطْعَمٌ تَمَّ أَمِينٍ (21-81:19)

یہ قرآن ایک بزرگ زور اور فرشتے کا قول ہے جو مالک عرش کے ہاں باعزت سب کا مانا ہوا وہاں معتبر ہے۔

ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى (٦)

جو زور آور ہے وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

یہاں بھی فرمایا وہ قوت والا ہے۔

ذومرہ ایک تفسیر تو یہی ہے۔ دوسری یہ ہے کہ وہ خوش شکل ہے۔

حدیث میں بھی مرہ کا لفظ آیا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

لَا تَحُلُّ الصَّدَقَةَ لِغَنِيِّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ

صدقہ مال دار پر اور قوت والے تندرست پر حرام ہے۔

...فَاسْتَوَى

پھر وہ سیدھے کھڑے ہو گئے یعنی حضرت جبرئیل۔

وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى (٧)

وہ بلند آسمانوں کے کناروں پر تھا۔

اور وہ بلند آسمانوں کے کناروں پر تھے جہاں سے صبح چڑھتی ہے جو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں آنحضرتؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو انکی اصلی صورت میں

صرف دو دفعہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ آپؐ کی خواہش پر اللہ تعالیٰ کے امین اپنی صورت میں آپؐ کو دکھائی دیئے۔ آسمانوں

کے تمام کنارے ان کے جسم سے ڈھک گئے تھے۔ دو بارہ اس وقت جب کہ آپؐ کو لے کر حضرت جبرئیل اوپر چڑھے

تھے۔ یہ مطلب ہے **وہو بالافق الاعلیٰ** کا۔

آپؐ کی طرف جبرئیل اترے تھے۔ اور قریب ہو گئے تھے اور اپنی اصلی صورت پر تھے۔ چھ سو پر تھے پھر اسکے بعد دو بارہ

سدرۃ المنہجی کے پاس معراج والی رات میں دیکھا تھا۔

یہ تو دوبارہ کا دیکھنا تھا لیکن پہلی مرتبہ کا کا دیکھنا شروع رسالت کے زمانہ کا ذکر ہے۔

پہلی وحی **اقرا باسم** کی چند آیتیں آپ پر نازل ہو چکی تھیں پھر وحی بند ہو گئی تھی جس کا حضورؐ کو بڑا ملال تھا یہاں تک کہ کئی دفعہ آپ کا ارادہ ہوا کہ پہاڑ سے گر پڑوں۔ لیکن ہر وقت آسمان کی طرف سے حضرت جبرئیل کی یہ ندا سنائی دی کہ اے محمد آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں جبرئیل ہوں۔ آپ کا غم غلط ہو جاتا دل پر سکون اور طبیعت میں قرار آ جاتا واپس چلے جاتے۔

لیکن پھر کچھ دنوں بعد شوقِ دامن گیر ہوتا اور وحی الہی کی لذت یاد آتی تو نکل کھڑے ہوتے اور پہاڑ پر سے اپنے تئیں گرا دینا چاہتے اور اسی طرح حضرت جبرئیل تسکین اور تسلی کر دیا کرتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ ابطح میں حضرت جبرئیل اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے۔ چھ سو پر تھے جسامت نے آسمان کے تمام کنارے ڈھک لیے تھے اب آپ سے قریب آ گئے اور اللہ عزوجل کی وحی آپ کو پہنچائی۔ اس وقت حضورؐ کو اس فرشتے کی عظمت و جلالت معلوم ہوئی اور جان گئے کہ اللہ کے نزدیک یہ کس قدر بلند مرتبہ ہے۔

معراج کا ذکر:

مسند احمد میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت جبرئیل کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے انکے چھ سو پر سے اور ہر ایک ایسا جس نے آسمان کے کنارے پر کر دیے تھے ان سے زمرہ اور موتی اور مروارید جھڑ رہے تھے۔

اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے جبرئیل سے خواہش کی کہ میں آپ کو آپ کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جبرئیل نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ آپ نے دعا کی تو مشرق کی طرف آپ کو کوئی اونچی چیز اٹھتی ہوئی اور پھیلی ہوئی نظر آئی جسے دیکھ کر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جبرئیل فوراً آئے اور آپ کو ہوش میں لائے اور آپ کی باجھوں سے جھوک دور کیا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى (۸)

پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى (۹)

پس دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جبرئیل آنحضرتؐ سے قریب ہوئے اور زمین کی طرف اترے یہاں تک کہ حضورؐ کے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے درمیان صرف دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی اور نزدیک ہو گئی۔

یہاں یہاں لفظ **او** جس کی خبر دی جاتی ہے اسکے ثابت کرنے کے لیے آیا ہے اس پر جو زیادتی ہو اس کی نفی کے لیے۔ جیسے اور جگہ ہے:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً (2:74)

پھر اسکے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے پس وہ مثل پتھروں کے ہیں او اشد قسوة بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت یعنی پتھر سے کم کسی صورت میں نہیں بلکہ اس سے بھی سختی میں بڑھے ہوئے ہیں۔

اور فرمان ہے:

يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً (4:77)

وہ لوگوں سے ایسے ڈرتے ہیں جیسا کہ اللہ سے او اشد خشية بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اور جگہ ہے:

وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ (37:147)

ہم نے انہیں ایک لاکھ کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ کی طرف

یعنی وہ ایک لاکھ سے کم تو تھے ہی نہیں بلکہ کہیں وہ ایک لاکھ تھے یا اس سے زیادہ ہی۔

پس اپنی خبر کی تحقیق ہے شک اور تردد کے لیے نہیں۔ خبر میں اللہ کی طرف سے شک کے ساتھ بیان نہیں ہو سکتا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى

پھر نزدیک ہوا اور اترا آیا۔

یہ قریب آنے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:

رَأَيْتُ جِبْرِيْلَ لَهُ سِتْمَاءَةٌ جَنَاحِ

میں نے جبریلؑ کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

نبی کی ابتدا نبوت کے وقت آپ نے خواب میں حضرت جبریلؑ کو دیکھا پھر آپ اپنی ضروری حاجت سے فارغ ہونے کے لیے نکلے تو سنا کہ کوئی آپ کا نام لے کر پکار رہا ہے۔ ہر چند دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ تیسری مرتبہ آپ نے اوپر کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ حضرت جبریلؑ اپنے دونوں پاؤں میں سے ایک کو دوسرے سمیت موڑے ہوئے آسمان کے کناروں کو روکے ہوئے ہیں۔

قریب تھا کہ حضورؐ دہشت زدہ ہو جائیں کہ فرشتے نے کہا میں جبریلؑ ہوں ڈرو نہیں لیکن حضورؐ سے ضبط نہیں ہو سکا بھاگ کر لوگوں میں چلے آئے اب جو نظریں ڈالیں تو کچھ دکھائی نہ آیا۔ پھر یہاں سے نکل کر باہر گئے اور آسمان کی طرف نظر ڈالی تو پھر حضرت جبریلؑ اسی طرح نظر آئے آپ پھر خوف زدہ لوگوں کے مجمع میں آ گئے تو یہاں کچھ بھی نہیں۔ باہر نکل کر پھر جو دیکھا تو وہی سماں نظر آیا پس اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى

قَاب آدمی انگلی کو بھی کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا۔

آنحضرتؐ نے اللہ کو نہیں دیکھا:

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ (۱۰)

پس اس نے اللہ کے بندے کو پیغام پہنچایا جو بھی پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس اس نے اللہ کے بندے کو پیغام پہنچایا جو بھی پہنچایا۔

اس سے مراد تو یہ ہے کہ حضرت جبرئیل نے اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف وحی کی۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف جبرئیل علیہ السلام کی معرفت اپنی وحی نازل فرمائی، دونوں معنی صحیح ہیں۔

مَا كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ (۱۱)

جو دیکھا اس میں اس بیخبر کے دل نے جھوٹ نہیں کہا۔

أَفْثَمَارُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ (۱۲)

کیا تم جھگڑا کرتے ہو اس پر جو بیخبر دیکھتے ہیں؟

ابن عباسؓ فرماتے ہیں آپؐ نے اپنے دل سے دو دفعہ دیکھا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ نے دیکھنے کو مطلق رکھا ہے۔ یعنی خواہ دل کا دیکھنا ہو خواہ ظاہری آنکھوں کا۔ یہ ممکن ہے اس مطلق کو مقید پر محمول کریں یعنی آپؐ نے اپنے دل سے دیکھا۔

جن حضرات نے کہا ہے کہ اپنی ان آنکھوں سے دیکھا انہوں نے ایک غریب قول کہا ہے۔ اس لیے کہ صحابہؓ سے اس بارے میں کوئی چیز صحت کے ساتھ مروی نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مسروقؓ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا رسول اللہؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تو نے تو ایسی بات کہہ دی کہ جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

میں نے کہا مائی صاحبہ! قرآن کریم فرماتا ہے آپؐ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔
آپؐ نے فرمایا کہاں جا رہے ہو؟ سنو:

اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دیکھنا ہے۔ جو تم سے کہے کہ محمدؐ نے اپنے رب کو دیکھا یا حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کے کسی فرمان کو چھپا لیا یا آپؐ ان پانچ باتوں میں سے کوئی بات جانتے تھے یعنی قیامت کب قائم ہوگی، بارش کب اور کتنی بر سے گی، مادہ کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ کون کل کیا کرے گا، کون کہاں مرے گا؟ اس نے بڑی جھوٹ بات کہی اور اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا۔

بات یہ ہے کہ آپؐ نے جبرئیل کو دیکھا تھا۔ دو مرتبہ اللہ کے اس امین کو آپؐ نے انکی اصلی صورت میں دیکھا ہے ایک تو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک مرتبہ جیاد (مکہ میں ہے) میں۔ انکے چہ سو پر تھے اور آسمان کے کل کنارے انہوں نے بھر رکھے تھے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ذر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا:

نُورٌ أُنَّىٰ أَرَاهُ

وہ سراسر نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟

ایک روایت میں ہے:

رَأَيْتُ نُورًا

میں نے نور دیکھا۔

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ (۱۳)

اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ (۱۴)

سدرۃ المنتہیٰ کے پاس

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ (۱۵)

اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ صحابہ کے اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا:

میں نے اپنے دل سے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا ہے پھر آپ نے آیت **مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ** پڑھی۔

اور روایت میں ہے:

میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہاں دل سے دو دفعہ دیکھا ہے پھر آپ آیت **ثُمَّ دَنَا فَدَلِّي** پڑھی۔

حضرت عائشہ سے حضرت مسروق کا پوچھنا اور آپ کا جواب ابھی بیان ہوا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیق نے اپنے اس جواب کے بعد ان دو آیات کی تلاوت فرمائی:

لَا تُذْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُذْرِكُ الْأَبْصَرَ (6:103)

کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی اور وہ سب لگا ہوں کو پالیتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ (42:51)

کسی انسان سے اللہ کا کلام کرنا ممکن نہیں ہاں وحی سے یا پردے کے پیچھے سے ہو تو اور بات ہے۔

پھر فرمایا جو تم سے کہے کہ آنحضرت کو کل کی بات کا علم تھا اس نے غلط اور جھوٹ کہا پھر یہ آیت پڑھی:

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنزِلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ (31:34)

سمجھ رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل فرماتا ہے۔ اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے۔

اور فرمایا جو کہے کہ حضورؐ نے اللہ کی کسی بات کو چھپا لیا اس نے بھی جھوٹ کہا اور تہمت باندھی یہ آیت پڑھی:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (5:67)

اے رسول جو تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دو۔

ہاں آپؐ نے حضرت جبریلؑ کو انکی اصلی صورت پر دو مرتبہ دیکھا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت مسروقؓ نے حضرت عائشہؓ کے سامنے سورہ غنم کی آیت **بِالْفُجْرِ الْمُبِينِ** اور **نُزُلَةِ الْخُرَى** پڑھیں؟

اس کے جواب میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

اس اُمت میں سب سے پہلے ان آیتوں کے متعلق خود نبیؐ سے میں نے سوال کیا تھا آپؐ نے فرمایا اس سے مراد میرا حضرت جبریلؑ کو دیکھنا ہے۔ آپؐ نے صرف دو دفعہ اس امین اللہ کو انکی اصلی صورت میں دیکھا۔ ایک مرتبہ آسمان سے زمین پر آتے ہوئے اس وقت تمام خلا انکے جسم سے پڑ تھا۔

یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن شقیقؓ نے حضرت ابو ذرؓ سے کہا کہ اگر میں حضورؐ کو دیکھتا تو آپؐ سے ایک بات ضرور پوچھتا۔

حضرت ابو ذرؓ نے کہا کیا پوچھتے؟

کہا کہ آپؐ نے انے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟

حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا یہ سوال تو خود میں نے جناب رسالت مآبؐ سے کیا تھا۔ آپؐ نے مجھے جواب دیا:

میں نے اسے نور دیکھا وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا۔

سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى كَاذِبٌ:

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى - عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى

مسلم میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

معرج والی رات آنحضرتؐ سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى تک پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے۔ زمین سے جو چیزیں چڑھتی ہیں وہ یہیں تک چڑھتی

ہیں پھر یہاں سے اٹھالی جاتی ہیں۔ اسی طرح جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں یہیں تک پہنچتی ہیں پھر یہاں سے

پہنچائی جاتی ہیں۔ اس وقت درخت پر سونے کی ٹڈیاں لدی ہوئی تھیں۔ حضورؐ کو وہاں تین چیزیں عطا فرمائی گئیں:

پانچوں وقت کی نمازیں

سورہ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں (2:284-286)

اور آپ کی امت میں سے جو مشرک نہ ہو اس کے گناہوں کی بخشش۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى (۱۷)

نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔

آپ کی نگاہیں دائیں بائیں نہیں ہونیں جس چیز کو دیکھنے کا حکم تھا وہیں لگی رہیں۔

ثابت قدمی اور کامل اطاعت کی یہ پوری دلیل ہے کہ جو حکم تھا وہی بجلائے جو دیئے گئے وہی لے کر خوش ہوئے۔

لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى (۱۸)

یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں۔

آپ نے اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں جیسے اور جگہ ہے:

لِذَرِيَّتِهِ مِنْ آيَاتِنَا (17:1)

اس لیے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں

جو ہماری کامل قدرت اور زبردست عظمت پر دلیل بن جائیں۔

ان دونوں آیتوں کو دلیل بنا کر اہل سنت کا مذہب ہے کہ حضور نے اس رات اللہ کا دیدار اپنی آنکھوں سے نہیں کیا کیونکہ ارشاد باری ہے کہ آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں اگر خود اللہ کا دیدار ہوتا تو اسی دیدار کا ذکر ہوتا اور لوگوں پر اسے ظاہر کیا جاتا۔

لآتِ عَزَىٰ أَوْ رَمْنَانَ كَاذِبًا:

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ (۱۹)

کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا؟

وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ (۲۰)

اور مناہ تیسرے پچھلے کو

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ مشرکین کو ذانت رہا ہے کہ وہ بتوں کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں اور جس طرح خلیل اللہ نے حکم اللہ کا گھر بنایا ہے یہ لوگ اپنے اپنے معبودان باطل کے پرستش کدے بنا رہے ہیں۔

لات ایک سفید چتر پر منقش تھا جس پر گنبد بنا رکھا تھا غلاف چڑھائے جاتے تھے مجاور اور محافظ اور خاکروب مقرر تھے اسکے آس پاس والی جگہ کو مثل حرم کے حرمت و بزرگی والے جانتے تھے۔

اہل طائف کا یہ بت کدہ تھا۔ قبیلہ ثقیف اس کا چاری اور اسکا متولی تھا۔ قریش کے سوا باقی اور سب پر یہ لوگ اپنا فخر بتایا کرتے تھے۔ ابن جریر فرماتے ہیں ان لوگوں نے لفظ اللہ سے لفظ **لات** بنایا تھا۔ اسی طرح لفظ **عزری** لفظ **عزیز** سے لیا گیا ہے۔ مکے اور طائف کے درمیان نخلہ میں ایک درخت تھا اس پر بھی گنبد بنا ہوا تھا چادریں چڑھی ہوئی تھیں قریش اسکی عظمت کرتے تھے۔ ابوسفیان نے احد والے دن کہا تھا ہمارا **عزری** ہے اور تمہارا نہیں۔ اس کے جواب میں حضورؐ نے کہلوا یا تھا:

اللہ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ

اللہ ہمارا والی ہے اور تمہارا والی کوئی نہیں۔

مکہ اور مدینہ کے درمیان قدید کے پاس مشلل میں منہا تھا۔ قبیلہ خزاعہ اور اوس اور خزرج جاہلیت میں اسکی بہت عظمت کرتے تھے یہیں سے احرام باندھ کر وہ حج کعبہ کے لیے جاتے تھے۔

اسی طرح ان تین کے علاوہ اور بھی بہت سے بت اور تھان تھے جن کی عرب لوگ پرستش کرتے تھے اور بے حد تعظیم کرتے تھے۔

أَلْكُمْ الذَّكَرُ وَلَهُ النِّائِثِي (۲۱)

کیا تمہارے لیے لڑکے اور اللہ کے لیے لڑکیاں؟

تِلْكَ إِذَا قِسْمَةَ ضِيْرَى (۲۲)

یہ تو اب بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تمہارے لیے تو لڑکے ہوں اور اللہ کی لڑکیاں ہوں؟ کیونکہ یہ شرکین اپنے زعم باطل میں فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم آپس میں تقسیم کرو اور کسی کو صرف لڑکیاں اور کسی کو صرف لڑکے دو تو وہ بھی راضی نہ ہو گا یہ تقسیم نامنصفی کی گجھی جائے گی چہ جائیکہ تم اللہ کے لیے لڑکیاں ثابت کرو اور خود تم اپنے لیے لڑکے پسند کرو۔

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمِيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ...

دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور باپ دادوں نے ان کے لیے رکھ لیے ہیں اللہ نے

انکی کوئی سند نہیں اتاری

... إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى النَّفْسُ...

یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں

... وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِّنْ رَبِّهِمْ الْهُدَى (۲۳)

یقیناً ان کے رب کی طرف سے انکے پاس ہدایت آ چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو تم اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل کے معبود ٹھہرا کر جو چاہنا نام گھڑ لیا ہے ورنہ دراصل نہ وہ معبود ہیں نہ کسی ایسے پاک نام کے مستحق ہیں خود یہ لوگ بھی انکی پوجا پاٹ پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے صرف اپنے بڑوں پر حسن ظن رکھ کر جو انہوں نے کیا تھا یہ بھی کر رہے ہیں۔ مصیبت تو یہ ہے کہ باوجود دلیل آ جانے کے اللہ کی باتیں واضح ہو جانے کے پھر بھی باپ دادا کی غلط راہ کو نہیں چھوڑتے۔

أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنَّى (۲۴)

کیا ہر شخص جو آرزو کرے اسے میسر ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا ہر انسان کی ہر تمنا خواہ مخواہ پوری ہی ہوتی ہے؟ جو کہے میں حق پر ہوں تو کیا وہ حق پر ہی ہو گیا؟ کو تم دعوے لے چوڑے کرو لیکن دعووں سے مراد اور مقصد حاصل نہیں ہو جاتا۔

مسند احمد میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں:

إِذَا تَمَنَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَنْظُرْ مَا يَتَمَنَّى، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا يُكْتَبُ لَهُ مِنْ أَمْنِيَّتِهِ

تمنا کرتے وقت سوچ لیا کرو کیا تمنا کرتے ہو؟ تمہیں نہیں معلوم کہ اس تمنا پر تمہارے لیے کیا لکھا جائے گا۔

فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَى (۲۵)

اللہ ہی سے ہاتھ ہے یہ جہان اور وہ جہان۔

تمام امور کا مالک اللہ تعالیٰ ہے دنیا اور آخرت میں تصرف اسی کا ہے جو اس نے چاہا ہو رہا ہے اور جو چاہے گا ہوگا۔

وَكَمْ مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا ...

بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جنکی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی

... إِنْآ مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَى (۲۶)

مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دے دے۔

فرماتا ہے کہ بغیر اجازت الہی کوئی بڑے سے بڑا فرشتہ بھی کسی کے لیے سفارش کا لفظ بھی نہیں نکال سکتا جیسے فرمایا:

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (2:255)

کون ہے جو اس کے پاس اسکی اجازت کے بغیر سفارش پیش کر سکتا

اس کے فرمان بغیر کسی کو کسی کی سفارش نفع نہیں دے سکتی۔ پس کہ جب کہ بڑے بڑے قریبی فرشتوں کا یہ حال ہے تو پھر اے نافتو تمہارے یہ بت اور تمہان کیا نفع پہنچا دیں گے؟

انکی پرستش سے اللہ روک رہا ہے۔ تمام رسول اور کل آسمانی کتابیں اللہ کے سوا اوروں کی عبادت سے روکنا اپنا عظیم الشان مقصد بتاتی ہیں پھر تم ان کو اپنا غارشی سمجھ رہے ہو۔ کس قدر غلط راہ ہے۔

بے ایمان لوگوں کی باتیں:

اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس قول کی تردید فرماتا ہے کہ اللہ کے فرشتے اسکی لڑکیاں ہیں جیسے اور جگہ ہے:

وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنثًا أَشْهَدُوا خَلْقَهُمْ سَوَّاتٍ مِّمَّنْ سَأَلْتَهُمْ شَهِدْتُمُنَّ لَأَشْرُكٌ قَدْ قَامَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ أَلَّا يَلْقَاكَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَرَادْنَا أَنْ نَبْدَأَ الْبَشَرِ لَشَاءُ عَلَيْنَا أَعْتَدْنَا لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ قَبْلِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا عِبَادًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَقَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا هُمْ وَأَسْمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لَوْلَا قَوْلُ اللَّهِ لَكُنَّا آلَهُم بَلْ أَنْزَلْنَا إِلَهُنَّ الْمَلَائِكَةَ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْهُمْ أَهْلًا لِيُسْأَلَهُمْ عَنِ السَّاعَةِ أَهُمْ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِّ كَمَا أَنْزَلْنَا إِلَهُنَّ الْمَلَائِكَةَ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْهُمْ أَهْلًا لِيُسْأَلَهُمْ عَنِ السَّاعَةِ أَهُمْ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِّ كَمَا أَنْزَلْنَا إِلَهُنَّ الْمَلَائِكَةَ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْهُمْ أَهْلًا لِيُسْأَلَهُمْ عَنِ السَّاعَةِ أَهُمْ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا خَالِدِينَ فِيهَا

(43:19)

اللہ کے مقبول بندوں فرشتوں کو انہوں نے لڑکیاں ٹھہرا دیں ہیں کیا ان کی پیدائش کے وقت یہ موجود تھے؟ انکی شہادت لکھی جائے گی اور ان سے پرسش کی جائے گی۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْإِنثَى (۲۷)

بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کا زنا نام مقرر کرتے ہیں۔

یہاں بھی فرمایا کہ یہ لوگ فرشتوں کے زنا نام رکھتے ہیں جو انکی بے علمی کا نتیجہ ہے محض جھوٹ کھلا بہتان بلکہ صریح شرک ہے۔

وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ ...

حالانکہ انہیں اسکا کوئی علم نہیں وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں

... لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (۲۸)

اور بے شک وہم و گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔

یہ صرف ان کی انکل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انکل بچو باتیں حق کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں۔ حدیث میں ہے:

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ

گمان سے بچو گمان بدترین جھوٹ ہے۔

فَأَعْرَضُ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (۲۹)

تو ان سے منہ موڑ لے جو ہماری یاد سے منہ موڑے اور جن کا ارادہ بجز زندگانی دنیا اور کوئی نہ ہو۔

ذَلِكَ مَبْلُغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ...

یہی انکے علم کی انتہا ہے

اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ حق سے اعراض کرنے والوں سے آپ بھی اعراض کر لیں۔ ان کا منتہائے نظر صرف زندگانی دنیا ہے اور جس کی غایت یہ سطلی دنیا ہو اسکا انجام کبھی نیک نہیں ہوتا۔ اگلے علم کی غایت بھی یہی ہے کہ دنیا طبعی اور کوشش دنیا میں ہر وقت منہمک رہیں۔
حضور فرماتے ہیں:

دنیا اسکا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہ ہو اور دنیا اسکا مال ہے جو آخرت میں کنگال ہوا سے جمع کرنے کی دھن میں وہ رہتا ہے جو عقل سے خالی ہو۔
ایک منقول دعا میں حضورؐ کے یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا

پروردگارا! تو ہماری اہم تر کوشش اور منتہائے نظر
اور مقصد معلومات صرف دنیا ہی کو نہ کر۔

...إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ...

تیرا رب اس سے خوب واقف ہے جو اسکی راہ سے بھٹک گیا ہے

... وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ اهْتَدَى (۳۰)

اور وہی خوب واقف ہے اس سے بھی جو راہ یافتہ ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام مخلوقات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے ضلالت دے سب کچھ اسکی قدرت علم اور حکمت سے ہو رہا ہے وہ عادل ہے اپنی شریعت میں اور انداز مقرر کرنے میں ظلم و بے انصافی نہیں کرتا۔

دنیا جہان میں بادشاہت اللہ کی ہے:

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ...

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے

... لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى (۳۱)

اللہ تعالیٰ بدکاروں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اور نیک کاروں کا اچھا بدلہ عنایت فرمائے گا۔

مالک آسمان وزمین بے پروا، مطلق شہنشاہ حقیقی، عادل و خالق حق و حق کار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر کسی کو اسکے اعمال کا بدلہ دینے والا نیکی پر جزا اور بدی پر بری سزا وہی دے گا۔

اسکے نزدیک بھلے لوگ وہ ہیں جو انکی حرام کردہ چیزوں اور کاموں سے بڑے بڑے گناہوں اور بدکاریوں و نالائقیوں سے الگ رہیں ان سے ہتھکڑے بشریت اگر کبھی کوئی چھوٹا سا گناہ سرزد ہو بھی جائے تو پروردگار پردہ پوشی کرتا ہے اور معاف فرما دیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا نَهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا (4:31)

اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے پاک و امن رہے جن سے تمہیں روک دیا گیا ہے تو تمہاری برائیاں معاف فرما دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ میں داخل کر دیں گے۔

الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ ...

ان لوگوں کو جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی سوائے کسی چھوٹے سے گناہ کے۔

یہاں بھی فرمایا مگر چھوڑی چھوٹی لغزشیں اور انسانیت کی کمزوریاں معاف ہیں۔

چھوٹے گناہ:

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں **لمم** کی تفسیر میرے خیال میں حضرت ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ اس حدیث سے زیادہ اچھی کوئی نہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزَّنَا، أَدْرَكَ ذَلِكَ لِمَا مَحَالَةَ،

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ یقیناً پا کر ہی رہے گا۔

فَزَنَا الْعَيْنَ النَّظْرُ، وَزَنَا اللِّسَانَ النُّطْقُ، وَالنَّفْسُ تَتَمَنَّى وَتَسْتَهْيِي، وَالْفَرْجُ يُصِدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ

آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے زبان کا بولنا ہے دل امنگ اور آرزو کرتا ہے۔ اب شرمگاہ خواہ اسے سچا کر دکھائے یا چھوٹا۔

بخاری و مسلم

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں آنکھوں کا زنا نظر کرنا ہے اور ہونٹوں کا زنا جوس۔ لینا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور پیروں کا زنا چلنا ہے اور شرمگاہ اسے سچا کر دیتی ہے یا چھوٹا کر دیتی ہے۔ یعنی اگر شرمگاہ کو روک نہ سکا اور بدکاری کر بیٹھا تو سب اعضاء کا زنا ثابت ہو گیا اور اگر اپنے اس عضو کو روک لیا تو وہ سب **لمم** میں داخل ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ **لم** بوسہ لینا، چھیڑنا دیکھنا اور مس کرنا ہے اور جب شرم کا ہیں مل گئیں تو غسل واجب ہو گیا اور زنا کاری کا گناہ ثابت ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

مراد یہ ہے کہ زنا سے نزدیکی ہونے کے بعد توبہ کرے اور پھر نہ لوئے، چوری کے قریب ہو جانے کے بعد چوری نہ کی اور توبہ کر کے لوٹ آیا۔ اسی طرح شراب پینے کے قریب ہو کر شراب نہ پی اور توبہ کر کے لوٹ گیا یہ سب **المام** ہیں جو ایک مومن کو معاف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں مراد اس سے شرک کے علاوہ گناہ ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر وہ چیز جو دو حدوں کے درمیان ہو حد دنیا اور حد آخرت۔ نمازیں اس کا کفارہ بن جاتی ہیں اور وہ ہر واجب کر دینے والی سے کم ہے۔

حد دنیا تو وہ ہے جو کسی گناہ پر اللہ نے دنیوی سزا مقرر کر دی

اور حد آخرت وہ ہے کہ جس چیز پر اللہ نے جہنم واجب کر دی اور اسکی سزا دنیا میں واجب نہیں کی۔

... إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ...

بے شک تیرا رب بہت کثادہ مغفرت والا ہے

تیرے رب کی بخشش بہت وسیع ہے ہر چیز کو گھیر لیا ہے اور تمام گناہوں پر اس کا احاطہ ہے۔ جیسے فرمان ہے:

قُلْ بَعِبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (39:53)

اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جان پر اسراف کیا ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بڑی بخشش والا اور بڑے رحم والا ہے۔

... هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجْنَةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ...

تمہیں بخوبی جانتا ہے جب کہ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب کہ تم اپنی ماؤں کے

پیٹ میں بچے تھے

فرمایا وہ تمہیں دیکھنے والا اور تمہارے ہر حال کا علم رکھنے والا اور تمہارے ہر کلام کو سننے والا اور تمہارے تمام اعمال سے واقف ہے جب کہ اس نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا اور انکی پیٹھ سے انکی اولاد نکالی جو چیونٹیوں کی طرح پھیل گئی پھر انکی تقسیم کر کے دو گروہ بنا دیے ایک جنت کے لیے اور ایک جہنم کے لیے۔

اور جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں بچے تھے اس کے مقرر کردہ فرشتے نے روزی، عمر، عمل، نیکی بدی لکھ لی۔ بہت سے بچے پیٹ سے ہی گر جاتے ہیں۔ بہت سے دودھ پینے کی حالت میں فوت ہو جاتے ہیں بہت سے دودھ چھننے کے بعد بلوغت سے پہلے ہی چل بستے ہیں۔ بہت سے عین جوانی میں وارد دنیا خالی کر جاتے ہیں۔

... فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ اتَّقَى (۳۲)

پس تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو وہی پرہیزگار کو خوب جانتا ہے۔

اب جبکہ ہم ان منازل کو طے کر چکے اور بڑھاپے میں آ گئے جس کے بعد کوئی منزل موت کے سوا نہیں اب بھی اگر نہ سنبھلیں تو ہم سے بڑھ کر غافل کون ہے؟ خبردار تم اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرو اپنے نیک اعمال کی تعریفیں کرنے نہ بیٹھ جاؤ۔ اپنے نہیں آپ سزا ہے نہ لگو جس کے دل میں رب کا ڈر ہے اسے رب ہی خوب جانتا ہے۔ اور آیت میں ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْكُونَ أَنْفُسَهُمْ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا (4:49)

کیا تو نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو اپنے نفس کی پاکیزگی آپ بیان کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ یہ اللہ کا ہاتھ ہے جسے چاہے وہ برتر اعلیٰ اور پاک صاف کر دے کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔

خود کو نیک نہ کہو:

محمد ابن عمرو بن عطاء فرماتے ہیں میں نے اپنی لڑکی کا نام برہ رکھا تو مجھ سے حضرت زبیب بنت ابوسلمہ نے فرمایا رسول اللہ نے اس نام سے منع فرمایا ہے خود میرا نام بھی برہ تھا جس پر آپ نے فرمایا:

لَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ، إِنَّ اللَّهَ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ

تم خود اپنی برتری اور پاکیزگی آپ نہ بیان کرو تم میں سے نیکی والوں کا علم پورے طور پر اللہ ہی کو ہے۔ لوگوں نے کہا پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ فرمایا:

سَمُّهَا زَيْنَبُ

زینب نام رکھ لو۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور کے سامنے کسی نے ایک شخص کی بہت تعریفیں بیان کیں۔ آپ نے فرمایا:

وَيَلِّكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مَرَارًا إِذَا كَانَ أَحَدَكُمْ مَادِحًا صَاحِبَهُ لَا مَحَالَةَ، فَلْيَقُلْ: أَحْسِبُ فَلَانًا وَاللَّهِ حَسْبِيئُهُ، وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللَّهِ أَحَدًا، أَحْسِبُهُ كَذَا وَكَذَا، إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَلِكَ

افسوس تو نے اسکی گردن ماری۔

کئی مرتبہ یہی فرما کر ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی تعریف ہی کرنی ہو تو یوں کہو میرا گمان فلاں کی طرف ایسا ہے جتنی علم اللہ ہی کو ہے پھر اپنی معلومات بیان کرو۔ خود کسی کی پاکیزگی بیان نہ کرنے بیٹھ جاؤ۔

ایک شخص نے حضرت عثمان کے سامنے اسکی تعریفیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ اس پر حضرت مقداد ابن اسود اس کے منہ میں مٹی بھرنے لگے اور فرمایا ہمیں رسول اللہ کا حکم ہے کہ ہم تعریفیں کرنے والوں کے منہ میں مٹی بھر دیں۔

دین سے منہ موڑنے والا:

أَفْرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى (۳۳)

کیا تو نے اسے دیکھا جس نے منہ موڑ لیا۔

وَأَعْطَى قَلِيلًا وَأَكْذَى (۳۴)

اور بہت کم دیا اور سخت دل ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو مذمت کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لیں سچائی قبول نہ کریں نہ نمازیں ادا کریں بلکہ جھٹلائیں اعراض کریں راہ اللہ بہت ہی کم دیں دل کو نصیحت قبول کرنے والا نہ بنائیں۔ کبھی کچھ کہنا مان لیا پھر رسیاں کاٹ کر الگ ہو گئے۔

عرب **الکدی** اس وقت کہتے ہیں مثلاً کچھ لوگ کنواں کھود رہے ہوں اور درمیان میں کوئی سخت چٹان آ جائے اور وہ دست بردار ہو جائیں۔

أَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَى (۳۵)

کیا اسے علم غیب ہے کہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا اس کے پاس علم غیب ہے جس سے اس نے جان لیا کہ اگر میں راہ اللہ اپنا مال دوں گا تو خالی ہاتھ رہ جاؤں گا۔ یعنی دراصل یوں نہیں بلکہ یہ صدقے سے نیکی سے اور بھلائی سے از روئے نجل کے اور طبع کے اور خود غرضی کے اور نامردی و بے دلی کے رک رہا ہے۔

حدیث میں ہے:

أَنْفَقَ بِلَالٌ، وَلَمَّا تَخَشَّ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَانًا

اے بلال! خرچ کر اور عرش والے سے فقیر بنا دینے کا ڈر نہ رکھ۔

خود قرآن میں ہے:

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (34:39)

تم جو خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا اور وہی بہترین رزاق ہے۔

أَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى (۳۶)

یا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ

وَأِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى (۳۷)

اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھا۔

وہی کے معنی ایک تو یہ کیے گئے ہیں کہ انہیں حکم کیا گیا تھا وہ سب انہوں نے پہنچا دیا۔
 دوسرے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ جو حکم ملا اسے بجالائے۔
 یہ دونوں ہی معنی درست ہیں جیسے اور آیت میں ہے:

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَعَلْتُكَ لِنَاسٍ إِمَامًا (2:124)

جب ابراہیمؑ کو انکے رب نے کئی کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ
 میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا

یعنی ہر حکم کو بجالائے ہر منع سے رکے رہے۔ رب کی رسالت پوری طرح پہنچا دی پس اللہ نے انہیں امام بنا کر دوسروں کو
 ان کا تابع بنا دیا جیسے ارشاد ہوا:

ثُمَّ أَوْحَيْنَا لِلنَّبِيِّ أَن تَبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (16:123)

پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کرتا رہ جو مشرکوں میں سے نہ تھا۔

ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:
 ہر دن وہ دن نکلتے ہی چار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے یہی انکی وفاداری تھی۔

ترمذی میں ایک حدیث قدسی ہے:

اے ابن آدم تو اول دن میں میرے لیے چار رکعت نماز ادا کر لے میں آخری دن تک تیری کفایت کروں گا۔
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صحف ابراہیم و موسیٰ میں کیا تھا؟

أَلَا تَذَرُ وَازِرَةً وَّزَرَ آخِرَى (۳۸)

کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

ان میں یہ تھا کہ جس کسی نے اپنی جان پر ظلم کیا مثلاً شرک و کفر کیا یا گناہ صغیرہ یا کبیرہ کیا تو اس کا وبال خودس پر ہے اسکا یہ
 بوجھ کوئی اور نہ اٹھائے گا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے:

وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جَمْلِهَا لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ (35:18)

اگر کوئی بوجھل اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گا تو اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ وہ قرابت دار ہو۔

وَأَنْ لَّيْسَ لِلإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (۳۹)

اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔

ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جو اس نے حاصل کیا یعنی جس طرح اس پر دوسرے کا بوجھ نہیں لاوا
 جائے گا دوسروں کی بد اعمالیوں میں یہ بھی پکڑا جائے گا۔ اسی طرح دوسرے کی نیکی بھی اسے کچھ فائدہ نہ دے گی۔

کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور مسئلہ ایصالِ ثواب:

حضرت امام شافعیؒ اور ان کے تبعین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو پہنچایا جائے تو نہیں پہنچتا اس لیے کہ نہ تو یہ انکا عمل ہے نہ کسب۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہؐ نے نہ اس کا جواز بیان کیا نہ اپنی امت کو اس پر رغبت دلائی نہ انہیں اس پر آمادہ کیا نہ تو کسی صریح فرمان کے ذریعہ سے نہ کسی اشارے سے۔

ٹھیک اسی طرح صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے قرآن پڑھ کر اس کے ثواب کا ہدیہ میت کے لیے بھیجا ہو۔ اگر یہ نیکی ہوتی اور مطابق شرع عمل ہوتا تو ہم سے بہت زیادہ سبقت نیکیوں کی طرف کرنے والے صحابہ کرامؓ تھے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ نیکیوں کے کام قرآن و حدیث کے صاف فرمان سے ہی ثابت ہوتے ہیں کسی قسم کی رائے قیاس کا ان میں کوئی دخل نہیں۔

ہاں دعا اور صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اس پر اجماع ہے اور شارع علیہ السلام کے الفاظ سے ثابت ہے جو حدیث صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ:

مِنْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ، أَوْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ مِنْ بَعْدِهِ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ

انسان کے مرنے پر اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزیں

نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے

وہ صدقہ جو اس کے انتقال کے بعد بھی جاری رہے

وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت یہ تینوں چیزیں بھی خود میت کی سعی اسکی کوشش اور اسکا عمل ہیں یعنی کسی اور کے عمل کا اجر اسے نہیں پہنچ رہا۔

ایک حدیث میں ہے:

إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ، وَإِنَّ وَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ

سب سے بہتر انسان کا کھانا وہ ہے جو اس نے اپنے ہاتھوں حاصل کیا ہو اسکی اپنی کمائی ہو اور انسان کی اولاد بھی اس کی کمائی اور اسی کی حاصل کردہ چیز ہے۔

پس ثابت ہوا نیک اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے دعا کرتی ہے وہ دراصل اسی کا عمل ہے۔ اسی طرح صدقہ جاریہ مثلاً وقف وغیرہ کہ وہ بھی اس کے عمل کا اثر ہے اور کا کیا ہوا وقف ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے:

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ (36:12)

ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انکے اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات نیک کا ثواب انہیں پہنچتا رہتا ہے۔
 رہا وہ علم جسے اس نے لوگوں کو پھیلایا اور اس کے انتقال کے بعد بھی لوگ اس پر عامل اور کار بند رہے وہ بھی دراصل اسی
 کی سعی اور اسی کا عمل ہے جو اس کے بعد باقی رہا اور اسے ثواب پہنچتا رہا۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے:
مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ اتَّبَعَهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا
 جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اور جتنے لوگ اس کی تابعداری کریں ان سب کے اجر کے مثل اسے اہرماتا ہے۔
 درآئید ان کے اجر گنتے نہیں۔

وَأَنْ سَعْيُهُ سَوْفَ يُرَى (۴۰)

اور بے شک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کی کوشش قیامت کے دن جانچی جائے گی اس دن اس کا عمل دیکھا جائے گا۔ جیسے فرمایا:

وَقُلْ اَعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (9:105)

کہو۔۔ کہ تم عمل کیے جاؤ اللہ تمہارے اعمال دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے اور عنقریب تم چھپے کھلے
 کے جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال سے خبردار کرے گا۔

ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى (۴۱)

پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

یعنی ہر نیکی کی جزا اور ہر بدی کی سزا دے گا۔ یہاں بھی فرمایا پھر اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

بالآخر اللہ کے پاس جانا ہے:

وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَى (۴۲)

اور یہ کہ تیرے رب کی طرف پہنچنا ہے۔

فرمان ہے کہ بازگشت آخر اللہ کی طرف ہے۔ قیامت کے دن سب کو لوٹ ک اسی کے سامنے پیش ہونا ہے۔

حضرت معاذ نے قبیلہ بنی اود میں خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا:

اے بنی اود! میں اللہ کے پیغمبر کا قاصد بن کر تمہاری طرف آیا ہوں تم یقین کرو کہ تمہارا سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے پھر یا
 تو جنت میں پہنچائے جاؤ یا جہنم میں دھکیلیے جاؤ۔

بغوی میں ہے کہ حضورؐ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی ذات میں فکر کرنا جائز نہیں۔

جیسے اور حدیث میں ہے:

مخلوق پر غور بھری نظریں ڈالیں ذات خالق میں گہرے نہاترو۔ اسے عقل و ادراک فکر و ذہن نہیں پاسکتا۔

کوان الفاظ سے یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔

مگر صحیح حدیث میں بھی یہ مضمون موجود ہے اس میں ہے:

شیطان کسی کے پاس آتا ہے۔ اور کہتا ہے اسے کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ اور جب تم میں سے کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو تو **اعوذ** پڑھ لے اور اس خیال کو دل سے دور کر دے۔

زندگی اور موت کا مالک اللہ ہے:

وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى (۴۳)

اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے وہی رلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندوں میں ہنسنے رونے کا مادہ اور ان کے اسباب بھی اسی نے پیدا کیے ہیں جو بالکل مختلف ہیں۔

وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا (۴۴)

اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔

وہی موت و حیات کا خالق ہے جیسے اور جگہ فرمایا:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ (67:2)

اس نے موت و حیات کو پیدا کیا

وَأَنَّهُ خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى (۴۵)

اور یہ کہ اس نے جوڑا یعنی نر و مادہ پیدا کیا ہے

مِنْ نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَى (۴۶)

نطفہ سے جب کہ وہ ٹپکایا جاتا ہے۔

اسی نے نطفہ سے ہر جاندار کو جوڑا جوڑا بنایا جیسے اور جگہ فرمان ہے:

أَيُحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى

أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنَىٰ يُمْنَىٰ
 ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ
 فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ
 أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَدِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ (40-75:36)

کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ بے کار چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو (رحم میں) پکا یا جاتا ہے؟ پھر کیا وہ بست خون نہ تھا؟ پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست کیا اور اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے۔ کیا (ایسی) قدرتوں والا (اللہ) اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟

وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشَأَ الْآخِرَىٰ (۴۷)

اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسی پر دوبارہ زندہ کرنا ہے یعنی جیسے اس نے ابتدا پیدا کیا ہے اسی طرح مار ڈالنے کے بعد دوبارہ کی پیدائش بھی اس کے ذمہ ہے۔

وَأَنَّهُ هُوَ أَعْنَىٰ وَأَقْنَىٰ (۴۸)

اور یہ کہ وہی تو نگر بناتا ہے اور سرمایہ دیتا ہے۔

اسی نے اپنے بندوں کو غنی بنا دیا ہے اور مال انکے قبضہ میں دے دیا ہے جو ان کے پاس ہی بطور پونجی کے رہتا ہے۔ اکثر مفسرین کے کلام کا خلاصہ اس مقام پر یہی ہے۔ کو بعض سے مروی ہے کہ اس نے مال دیا اور غلام دیئے اس نے دیا اور خوش ہوا اسے غنی کر کے اور مخلوق کو اس کا دست نگر بنا دیا۔ جسے چاہی غنی کیا جسے چاہا فقیر۔ لیکن یہ پچھلے دونوں قول لفظ سے کچھ زیادہ مطابقت نہیں رکھتے۔

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشُّعْرَىٰ (۴۹)

اور یہ کہ وہی شعری (ستارے) کا رب ہے

شعری اس روشن ستارے کا نام ہے جسے مرزم الجوزاء بھی کہتے ہیں۔ بعض عرب اسکی پرستش کرتے تھے۔

وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ (۵۰)

اور یہ کہ اسی نے اگلے عادیوں کو ہلاک کیا ہے۔

عاد اولیٰ یعنی قوم ہود کو جسے عاد بن ارم بن سام بن نوح کہا جاتا ہے اسی نے ان کی نافرمانی کی بناء پر تباہ کر دیا جیسے فرمایا:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ یعنی ارم کے ساتھ جو بڑے قد اور تھے جن کا مثل شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا تھا۔

یہ قوم بڑی زور آور تھی ساتھ ہی اللہ کی بڑی نافرمان اور رسول سے بڑی سرکش تھی ان پر ہوا کا عذاب آیا جو سات راتیں اور آٹھ دن برابر رہا۔

وَتَمُودَ فَمَا أَبْقَى (۵۱)

اور تمود کو بھی (جن میں سے) ایک کو بھی باقی نہ رکھا۔

اسی طرح تمودیوں کو بھی اس نے ہلاک کر دیا۔ جس میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔

وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْعَى (۵۲)

اور اس سے پہلے قوم نوح کو یقیناً وہ بڑے ظالم اور سرکش تھے۔

اور ان سے پہلے قوم نوح تباہ ہو چکی ہے جو بڑے نا انصاف اور شریر تھے۔

وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَى (۵۳)

اور مؤتفکینہ (شہر) اسی نے الٹ دیا

اور لوط کی بستیاں جنہیں رب تمہارے زریورز بر کر دیا اور آسمانی پتھروں سے سب بدکاروں کو ہلاک کر دیا۔

فَعَسَاهَا مَا عَشَى (۵۴)

پھر اس پر چھا گیا۔ جو چھایا

انہیں ایک چیز نے ڈھانپ لیا یعنی پتھروں نے جن کا میدان پر برس اور بڑے حالوں تباہ ہوئے۔

فَبَأَى آلاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَى (۵۵)

پس اے انسان تو اپنے رب کی کس کس نعمت میں جھگڑے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر تو اے انسان اپنے رب کی کس کس نعمت میں جھگڑے گا؟

بعض کہتے ہیں خطاب نبیؐ سے ہے۔ لیکن خطاب کو عام رکھنا بہت اولیٰ ہے۔ امام جریر بھی عام رکھنے کو پسند فرماتے ہیں۔

آنحضرتؐ نذیر بن کر آئے:

هَذَا تَذِيرٌ مِّنَ النَّذْرِ الْأُولَى (۵۶)

یہ نبیؐ ڈرانے والے ہیں پہلے ڈرانے والوں میں سے۔

یہ خوف ڈر سے آگاہ کرنے والے ہیں یعنی آنحضرتؐ آپکی رسالت بھی ایسی ہی ہے جیسے آپؐ کے پہلے رسولوں کی رسالت تھی۔ جیسے اور آیت میں ہے:

فَلَمْ يَكُنْ مِنْ الرُّسُلِ (46:9)

کہہ میں کوئی نیا رسول تو ہوں نہیں

رسالت مجھ سے شروع نہیں ہوئی بلکہ دنیا میں مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول اللہؐ آچکے ہیں۔

أُزِفْتُ النَّازِفَةَ (۵۷)

قیامت نزدیک آگئی

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ (۵۸)

اللہ کے سوا اسکا کھول دکھانے والا اور کوئی نہیں۔

یعنی قیامت قریب آگئی۔ نہ تو اسے کوئی دفع کر سکے نہ اس کے آنے کے صحیح وقت معین کا کسی کو علم ہے۔

نذیر عربی میں اسے کہتے ہیں مثلاً ایک جماعت ہے جس میں سے ایک شخص نے کوئی ڈراؤنی چیز دیکھی اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کرتا ہے یعنی ڈراؤر خوف کی خبر سنانے والا۔ جیسے اور آیت میں ہے:

إِنِّي نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ (34:46)

میں تمہیں سخت عذابوں سے مطلع کرنے والا ہوں۔

حدیث میں ہے:

أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ

تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

یعنی جس طرح کوئی شخص کسی برائی کو دیکھ لے کہ وہ قوم کے قریب پہنچ چکی ہے اور پھر جس حالت میں ہو اسی میں دوڑا بھاگا آ جائے اور قوم کو دہننا متنبہ کر دے کہ دیکھو وہ بلا آ رہی ہے فوراً تدارک کر لو اسی طرح قیامت کے ہولناک عذاب بھی لوگوں کی غفلت کی حالت میں ان سے بالکل قریب ہو گئے ہیں اور آنحضرتؐ ان عذابوں سے ہوشیار کر رہے ہیں جیسے کہ اسکے بعد کی سورت میں ہے:

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (54:1)

قیامت قریب آچکی۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے:

إِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الدُّنُوبِ،

فَإِذَا مَثَلُ مُحَقَّرَاتِ الدُّنُوبِ كَمَثَلِ قَوْمٍ نَزَلُوا بَيْطُنَ وَاوْدٍ، فَجَاءَ ذَا بَعُودٍ وَجَاءَ ذَا بَعُودٍ، حَتَّى
أَنْضَجُوا خُبْزَتَهُمْ، وَإِنَّ مُحَقَّرَاتِ الدُّنُوبِ، مَتَى يُؤْخَذُ بِهَا صَاحِبُهَا، تُهْلِكُهَا

لوگو گناہوں کو چھوٹا اور حقیر جاننے سے بچو۔ سنو!

چھوٹے چھوٹے گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قافلہ کسی جگہ اترا سب ادھر ادھر چلے گئے اور لکڑیاں سمیٹ کر تھوڑی تھوڑی لے
آئے۔ تو گوہر کے پاس لکڑیاں کم کم ہیں لیکن جب سب جمع کر لی جائیں تو ایک انبار لگ جاتا ہے جس سے دیگوں کی دیکھیں پک
جائیں۔ اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہو کر ذہیر لگ جاتا ہے اور اچانک اس گنہگار کو پکڑ لیا جاتا ہے اور یہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

اور حدیث میں ہے:

میری اور قیامت کی مثال ایسی ہے پھر آپ نے اپنی شہادت کی اور درمیان کی انگلی اٹھا کر ان کا فاصلہ دکھایا۔

میری اور آخرت کے دن کی مثال ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح ایک قوم نے کسی شخص کو پلائے پر بھیجا اس نے دشمن کے
لشکر کو بالکل نزدیک کی کمین گاہ میں چھاپہ مارنے کے لیے تیار دیکھا یہاں تک کہ اسے ڈر لگا کہ میرے پیچھے سے پہلے ہی
کہیں یہ نہ پہنچ جائیں تو وہ ایک نیلے پرچہ بھگیا اور وہیں کپڑا ہلا ہلا کر انہیں اشارے سے بتلا دیا کہ خبردار ہو جاؤ دشمن سر پر
موجود ہے۔ پس میں ایسا ہی ڈرانے والا ہوں۔

اس حدیث کی شہادت میں اور بھی بہت سی حسن اور صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

قرآن سے منندہ پھیرو:

أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ (۵۹)

پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟

وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ (۶۰)

ہنس رہے ہو؟ روتے نہیں؟

پھر مشرکین کے اس فعل پر انکار فرمایا کہ وہ قرآن سنتے ہیں مگر اعراض کرتے ہیں اور بے پروائی برتتے ہیں بلکہ اسکی رحمت
سے تعجب کے ساتھ انکار کر بیٹھتے ہیں اور اس سے مذاق اور ہنسی کرنے لگتے ہیں۔

چاہیے یہ تھا کہ مثل ایمانداروں کے اسے سن کر روتے، عبرت حاصل کرتے، جیسے مومنوں کی حالت بیان فرمائی کہ وہ اس کلام اللہ کو بن کر روئے دھوتے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور خشوع و خضوع میں بڑھ جاتے ہیں۔

وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ (۶۱)

بلکہ تم کھیل رہے ہو

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں **سمد** گانے کو کہتے ہیں۔ یہ یعنی لغت ہے۔
آپ سے **سامدون** کے معنی اعراض کرنے والے اور تکبر کرنے والے بھی مروی ہیں۔
حضرت علیؓ اور حسنؓ فرماتے ہیں غفلت کرنے والے۔

فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا (۶۲)

اب اللہ کے سامنے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ توحید و اخلاص کے پابند رہو خضوع و خلوص اور توحید کے ماننے والے بن جاؤ۔
صحیح بخاری میں ہے:

حضورؐ نے اور آپؐ کے ساتھی مسلمانوں نے اور مشرکوں نے اور جن وانس نے سورۃ النجم کے موقع پر سجدہ کیا۔
مسند احمد میں ہے:

مکہ میں رسول اللہؐ نے سورۃ النجم پڑھی۔ پس آپؐ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی جو آپؐ کے پاس تھے۔
راوی حدیث مطلب ابی و داع کہتے ہیں میں نے اپنا سر اٹھایا اور سجدہ نہ کیا یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اسلام کے بعد جس کسی کی زبانی اس سورۃ مبارکہ کی تلاوت سنتے سجدہ کرتے۔
یہ حدیث سنن نسائی میں بھی ہے۔

